رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

الحکم

ایڈیٹرز { شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
(ابن یعقوب) شیخ محمود احمد قادیانی

قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

نمبر ۱۹
جلد (۲۳)

... مضامین

نصر من اللہ و فتح قریب

امریکہ میں اسلامی جھنڈا

احمدیہ مشنری کی کامیابی

الحمد للہ

...حمدیہ جماعتوں میں نہایت مسرت کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ امریکہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے دست مبارک پر ۱۷۔ آدمی ...ف باسلام ہوکر احمدیہ سلسلہ میں داخل ہوئے + اللہ اکبر + اللہ اکبر + اللہ اکبر + ایک وہ دن تھا ...ی کو امریکہ میں کام کرنے سے روکا جاتا تھا۔ آج اسکے ذریعے سے ایک جماعت سلسلہ میں داخل ہوتی ہے ہم اس خبر پر جسقدر خوشی کریں کم ہے۔ کیونکہ ع

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

ہم ان کا... ...امام برحق کے حضور مبارکباد عرض کرتے ہیں + امریکہ میں خدا کے فضل سے اسلامی جھنڈا گڑ گیا۔ اب وہ دن دور نہیں ہیں جبکہ جماعت ...سلسلہ حقہ میں شامل ہوکر خدمات اسلام بجالائیگی۔ ہم اچھے ہیں یا بُرے مگر کاش! ہمارے دشمن ٹھنڈے دل سے غور کرتے ...جاتا کہ میدان تبلیغ میں کون شاہسوار ہے + + + + + + + + +

استفتا

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں؟ کہ جن لوگوں کا طریق معاشرت مروجہ تہذیب و تمدن کی بیخ کنی کے واسطے ہو اور جس طریق کا حصول دنیا میں تباہی اور فساد۔ مذاہب عالم سے قطعی انکار۔ حرام چیزوں کا جواز۔ تمام عقائد سے انحراف۔ غیروں کے مال پر دست درازی لوگوں کے حقوق ملکیت و وراثت سے انکار ہو۔ جن کے خیال میں ہر شخص دوسرے کا مال غصب کرنے کا مجاز ہو اور اسی غرض کے لیے خونریزی جائز رکھی جائے۔ خاوند بیوی کے درمیان حقوق زوجیت کا ابطال اور ان کے بچوں کو حکومت کی ملکیت قرار دینا جائز ہو۔ جو لوگ حلال و حرام کے درمیان کوئی تفریق نہ کریں۔ اور جن کا اصل اصول تمام بادشاہوں کو منہدم کرنا ہو۔ ان کے ساتھ شریعت اسلامی کی رو سے مسلمانوں کی کیا روش ہونی چاہیے؟ عام مسلمانوں کی رہنمائی کے واسطے فتویٰ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں + لاہور ۱۶ فروری سنہ ۱۹۲۰ء

"ایک مسلمان"

الجواب

جو قوم کہ لوگوں کی جان و مال اور عزت کی کچھ پرواہ نہیں کرتی اور خدا اور رسول کے مقرر کردہ حقوق کو باطل کرتی ہے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتی ہے۔ اور امن پسند گورنمنٹ کی بغاوت کرتی ہے۔ یہ قوم بلا شبہ حسد کے منبع اور خدا اور رسول سے جنگ کرنیوالی ہے۔ ایسی قوم کے متعلق جمیع اہل اسلام کا یہ فرض ہے۔ کہ ان کے دور کرنے میں خدا اور اسکے رسول کے ارشاد کے ماتحت انتہائی کوشش سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ایسے مفسدوں کے لیے یہ ہے:۔ الآیت انما جزاؤ الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم ۵ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم (سورہ مائدہ رکوع ۵)

ارشاد نبوی:۔ من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان متفق علیہ

ترجمہ آیت:۔ جو لوگ خدا اور رسولؐ سے مقابلہ کرتے اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ان کی صرف یہی سزا ہے کہ ان کو کثرت سے قتل کیا جائے اور پھانسی دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ ایک دوسرے کے خلاف یا ان کو جلا وطن کیا جائے۔ یہ ذلت انکو دنیا میں پہنچائی جائے۔ اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ بجز ان کے جنہوں نے تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کرلی۔ سو ایسے لوگوں کے حق میں جانو کہ خدا تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ حدیث:۔ جو تم میں سے نہایت مکروہ کام کو دیکھے۔ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اور یہ درجہ ضعیف الایمان شخص کا ہے الغرض تمام مسلمانوں کو ان مفسدوں ظالموں کا مقابلہ کرنا چاہیے قتل اور پھانسی اور قطع ید اور جلا وطن کرنا حکومت کا کام ہے۔ اگر کوئی حکومت ایسے مفسدوں کا مقابلہ کرے تو مسلمانوں کو اس کی   چاہیے۔ اور اگر مسلمانوں کی حکومت ہو۔ تو وہ خود اس کام کو کریں۔ ورنہ لیکچروں اور وعظوں سے ایسے مفسدوں کا مقابلہ اور دل میں ان سے نفرت رکھیں فقط

المجیب

حافظ روشن علی مفتی جماعت احمدیہ قادیان

نظم

آنکھوں میں پھرتا ہے میرے گلستان قادیاں
بس رہا ہے دل میں میرے باغبان قادیاں

یاد آتے ہیں مجھے وہ دوستانِ قادیاں
بھولتے ہر دم نہیں وہ دلبرانِ قادیاں

صحبتِ مبارک وہاں کی بھول جاؤں کس طرح
دل کو تڑپاتی ہے یاد دوستانِ قادیاں

ہائے لے آئی کہاں مجھ کو مری فکرِ معاش
ہوگئے ہیں دور مجھ سے دوستانِ قادیاں

جب وہ شیر اسلام کا آیا مقابل میں نکل
دُم دبا کر بھاگ نکلے دشمنانِ قادیاں

ہے اگر شرم و حیا آؤ مقابل میں سپر
یہ کھڑا للکارتا ہے پہلوانِ قادیاں

ہم دعا سے اور قلم سے زیر کرلینگے جہاں
یہ ہمارے تیر ہیں اور وہ سنانِ قادیاں

آتے ہیں وہ دن کہ جب ہونگے ہمارے بحر و بر
ہو مبارک اک ہجوم عاشقانِ قادیاں

ہے یہی خواہش کہ ہو مرقد مرا در کوئے یار
ہے بہارِ خلد رنگِ بوستانِ قادیاں

ایس رحمت اللہ خاں فیض اللہ چک

(ضروری)

اطلاعیں

۱۔ ۲۶ مئی کا خاص نمبر بعض خاص مضامین نہ پہنچنے اور رمضان المبارک کی وجہ سے ۲۶ مئی کو نہ چھپے گا۔ بلکہ ۲۱ جولائی کو شائع کیا جائیگا۔ احباب نوٹ کرلیں۔

۲۔ جن احباب کے نام نمونہ کے پرچے الحکم کے آئیں وہ الحکم کی خریداری کی نسبت اپنی رائے واپسی دیں + ورنہ انکو خریدار تصور کرکے وی پی کردیا جائیگا والسلام

شیخ محمود احمد

حضرت میاں چراغ دین پنشنر رئیس لاہور کے مرحوم مختصر حالات

از جناب مولوی محمد اسمٰعیل خاں صاحب شہاب احمدی مالیر کوٹلوی۔ دارالامان

غالباً احباب کرام حضرت میاں چراغ دین صاحب پنشنر رئیس لاہور کی خبر وفات پڑھ چکے ہیں۔ مرحوم سیدنا حضرۃ مسیح موعود کے قدیم اور اخلاص شعار اور مستقیم الاحوال مریدوں میں سے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ مرحوم موصوف کے حالات جس قدر بھی مجھے فراہم ہوئے ہیں ذیل میں لکھوں اور اخبار الحکم میں شائع کرا دوں جو کہ سلسلہ کے اخبارات میں اپنی قدامت میں سب سے فائق ہے۔

میں ان حالات کو شروع کرنے سے قبل جناب میاں معراج الدین صاحب عمر کا شکر گزار ہوں کہ موصوف سے مجھے ان حالات کی فراہمی میں بہت مدد ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب عمر کو اپنے فضلوں کے سایہ میں رکھے آمین۔

حضرت میاں چراغ دین صاحب کی پیدائش سنہ ۱۸۴۶ء میں ہوئی تھی آپ کے والد ماجد میاں حسن الدین صاحب ایک جری اور بہادر انسان حکومت وقت کے معزز رکن یعنی مہاراجہ شیر سنگھ کی فوج خاصہ کے سپہ سالار تھے جب میاں چراغ دین صاحب کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب کا انتقال سنہ ۱۸۶۶ء میں ہوا تو میاں چراغ دین صاحب کے والد میاں حسن الدین صاحب ملازمت ترک کر کے خانگی کاروبار اور اپنی جائداد کے انتظامات میں مصروف ہو گئے مگر ان کا انتقال چھیالیس سال کی عمر میں سیالکوٹ میں ہوا۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

مرحوم میاں چراغ دین کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب بھی اپنے وقت میں ایک معزز و مکرم اور صاحب رسوخ اور اپنے وقت کی حکومت میں ایک معزز عہدے پر سرفراز تھے۔ یہ سکھوں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب پر حکمران تھے۔ چنانچہ میاں الٰہی بخش صاحب مہاراجہ موصوف کے محکمہ عمارت کے وزیر اعلیٰ تھے جب حکومت میں تغیر و تبدل ہوا۔ اور انگریزوں کو حکومت پنجاب فتح کے ہاتھوں سے ملی۔ اسوقت اگرچہ میاں الٰہی بخش مرحوم اپنے سرکاری عہدہ سے علیٰحدہ ہو چکے تھے مگر جتنا عرصہ اس دور میں زندہ رہے۔ عزت سے رہے اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے سنہ ۱۸۶۶ء میں قضا کر گئے۔

لاہور کے مشہور و معروف مخیر رئیس میاں محمد سلطان میاں الٰہی بخش کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور ان کے والد کا نام میاں قادر بخش بن میاں پیر محمد بن میرزا محمد تقی بیگ تھا۔ چونکہ دو تین پشت تک عمارتوں کے محکموں کی افسری اور عمارتی ٹھیکہ داری اس خاندان میں رہی اسلیے عوام میں ان کی ذات معمار مشہور ہو گئی مگر اصل میں آپ کا خاندان مغل تھا اور آپ بابری چغتائی مغل نسل کی ایک شاخ ہیں اس خاندان میں پشتوں حکومت رہی اور اس خانوادے کے لوگ ممالک دکن و بنگال و پنجاب میں مختلف اوقات میں یا یوں کہو کہ جب زمانہ موافق تھا حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ لیکن سیاسی تغیرات اور زمانہ کی شاطرانہ چالیں جو طرفۃ العین میں گداؤں کو شہنشاہ اور شہنشاہوں کو گدائے بینوا بنا دیا کرتی ہیں۔ اور جنہوں نے کتنے ہی خاندانوں کو مٹا دیا۔ اور کتنوں کو خاک سے اٹھا کر بلند ہی درجہ کی انتہائی چوٹی پر بٹھا دیا۔ اس خاندان کیلیے گمنام ہو جانے کا موجب ہوئیں۔

اسوقت میں تسلسل واقعات سے الگ ہو کر ایک اور بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک پڑھا اور سنا ہے ہندوستان ہی کی بدقسمتی ہے کہ یہاں لوگوں کے پیشے کی بنا پر ان کی قومیت کو سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ پیشہ کو ہی قومیت کہتے ہیں۔ لیکن اگر اتنا ہی ہوتا تو کچھ حرج کی بات نہیں تھی۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ لوگوں کی عزت و بیعزتی کا معیار بھی نادانوں نے پیشوں کو ٹھہرا رکھا ہے۔ حالانکہ عزت و بےعزتی بالکل علیٰحدہ اور مختلف چیزیں ہیں جنکو پیشوں سے درحقیقت کچھ بھی واسطہ نہیں۔

اگر دینداری کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین معیار عزت و شرافت ہے اور اگر دنیادار کی نظر سے دیکھیں تو جو جائز طریق سے کسب معاش کرتا ہے وہ معزز ہے۔ اور جس شخص کا ذریعہ معاش جائز نہیں وہ معزز نہیں۔ جسکے عادات و اخلاق و اطوار و کیرکٹر اچھے نہیں وہ معزز نہیں اور جس میں یہ باتیں ہیں وہی معزز و محترم ہے۔

لیکن یہ رواج کہ کسی شخص کو مثلاً معماری کا کام کرتے دیکھا تو کہدیا کہ معمار ہے۔ اتنا تو ٹھیک ہے۔ لیکن آگے یہ فیصلہ کہ اسکا باپ اسکا دادا اور یہ لوگ ابا عن جد معماری ہی کرتے رہے ہیں۔ غلط ہے۔ نہ اس کی کوئی نظیر پیش کیجا سکتی ہے نہ فی الواقع یہ بات ہے کہ ایک شخص جو کام اگر زمانہ میں کر رہا ہے۔ وہی کام ابتدا سے اس خاندان میں متوارث چلا آتا ہے۔ بلکہ درحقیقت تغیر حالات اور گردش ایام سے مختلف لوگوں کے سامنے ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جنکے باعث انہیں مختلف پیشے اختیار کرنا پڑتے ہیں اور ایسے بہت نظائر ہمارے سامنے موجود ہیں کہ جو لوگ درحقیقت کسی اور نسب سے منسوب تھے کسی تغیر کے باعث کوئی خاص پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ اور ہندوستانی سرشت لوگوں نے ان کو اسی پیشہ کی نسبت سے پکارنا شروع کر دیا۔

ہمنے دیکھا ہے کہ بعض سید درزی کا کام کرتے ہیں اور بعض سید نیاد(؟) کا کام کرتے ہیں۔ ایک جگہ ہمنے وہاں مسلمان راجپوت رنگریزی کا کام کرتے ہیں ایک جگہ راجپوت باقندے کا پیشہ کرتے ہیں۔ درحقیقت تو وہ سادات یا راجپوت تھے لوگ ان کو رنگریز یا خیاط۔ یا باقندہ کہنے لگ گئے ان کی عزت لوگوں کی نظر میں کم ہو گئی۔ حالانکہ بوجہ کسب معاش بطریق جائز ان کی افزائش عزت موجب ہونا چاہیے تھی مگر نادان جائز طریق کسب والے لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ایسوں کو جو محض اپنی نسب کے بت کے پجاری تو ہیں۔ مگر کسب حلال

کیلیے جائز طریقوں کے پابند اور نہ اخلاق فاضلہ سے متخلق۔ محض اس نسب کیخاطر ان کو حضرت قبلہ اور حضرت شاہ صاحب کہنے کو فلاح دارین خیال کرنے لگے۔

ایک دفعہ ہم ریل میں بیٹھے جا رہے تھے ایک صاحب جو معلوم ہوتا تھا کہ پولیس کے صیغے سے متعلق ہیں مگر ان کی ڈاڑھی گھٹی ہوئی اور آنکھیں بتلا رہی تھیں کہ کچھ چڑھائے ہوئے بھی ہیں۔ ہمارے درجے میں آ بیٹھے۔ وہاں ایک "کلاونت" بھی بیٹھے تھے۔ ان دونوں میں آپس میں شناسائی تھی۔ باتوں باتوں میں کھلا۔ کہ وہ صاحب سید ہیں۔ کلاونت صاحب نے کہا۔ حضرت قبلہ آپکے ذریعہ ہی جنت میں جانا ہے۔ اسلیے آپ لوگوں کی خدمت کیوں نہ کریں۔ مگر وہ سید صاحب بجائے اپنی حالت پر نادم ہونیکے اور خوش ہوگئے۔ اور بازاری عورتوں کا تذکرہ شروع ہوگیا۔ اور اپنے التفات و توجہات سے اس کلاونت کو نوازنے لگے۔

مقام غور ہے کہ ایسے لوگ کیا قابل عزت ہو سکتے ہیں۔ جنکی عملی اور اخلاقی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے۔ مگر نادانوں کی نظر میں ایسے لوگ قابل صد تکریم اور جو اپنے ہاتھ سے محنت کرتے اور آستانہ الوہیت پر اخلاص سے سربسجود ہوتے ہیں قابل صد نفریں۔ ۔ ۔ ۔ ہو جاتے ہیں۔
انا للہ وانا الیہ راجعون

ذکر حضرت میاں چراغ دین صاحب کے خاندان کا تھا اس خاندان کی خصوصیات میں سے یہ باتیں تھیں کہ یہ لوگ فیاض طبع اور سادگی پسند اور دیندار اور نمود و تفاخر سے بری ہوتے تھے۔ اس خاندان کے جتنے بزرگوں کو ہم نے دیکھا ہے۔ ان میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور مرحوم میاں چراغ دین تو گویا ان تمام باتوں کا مجموعہ تھے۔

میاں چراغ دین ابھی بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں تھیں۔ اسلیے ان کی چچی نے اپنی گود میں لیا۔ اور اپنے دودھ سے پرورش کیا۔ مرحوم اپنی اس نیک نہاد چچی کو ہمیشہ والدہ ہی سمجھتے رہے۔ اور ماں سے زیادہ اسکی عزت کرتے رہے۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے باوجود تغیرات اور انقلابات کے یہ خاندان دنیاوی حیثیت سے اچھی حالت میں رہا۔ چنانچہ مرحوم کے دادا میاں الٰہی بخش اور انکے چھوٹے بھائی میاں محمد سلطان اور میاں عبدالرحمٰن اور ایک اور بزرگ میاں امام بخش جو ریاست دکن میں بیش قرار ماہوار تنخواہ پاتے تھے اور وہیں فوت ہوئے اور ان کی اولاد بھی وہیں ہی یہ لوگ بہت مرفہ الحال تھے چونکہ ان بزرگوں کے اولاد کم تھی یہی ایک پوتا تھا جو سب کی توجہ کا مرکز اور سب کے گھر کا چراغ تھا۔ اسلیے سب مرحوم کے ساتھ محبت اور پیار کرتے۔ اور ان کی ناز برداریاں کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزی حکومت پنجاب میں ابھی قائم ہوئی تھی۔ اسلیے نو یا دس سال کی عمر میں انگریزی تعلیم کے لیے مدرسہ میں داخل کیے گئے ذہانت اور حافظہ میں خاص طور پر ممتاز تھے ابھی تعلیم حاصل کرتے ہوئے کوئی بڑا زمانہ نہیں گزرا تھا کہ تمام بزرگ ناز برداریاں کرنیوالے۔ ایک ایک کرکے اٹھ گئے۔ لاکھوں روپیہ کی جائداد اور املاک اہلکاروں اور کارندوں نے متاع بے وارث سمجھکر تباہ کر ڈالی۔ اب ایسی مشکلات پیش آئیں کہ اس طباع اور ذہین اور ہونہار بچے کو اپنی تعلیم مجبوراً چھوڑنا پڑی۔ میاں مرحوم اگرچہ ہوشیار تھے تاہم کم عمر تھے۔ جب ملازموں نے ان کو اکیلا دیکھا تو ہاتھ پاؤں نکالے۔ بہت سی جائداد ضائع کر ڈالی اور جتنا کھا سکے کھا پیکر علیحدہ ہو گئے۔ ابھی عمر ہی کیا تھی کوئی ایسا نہ تھا جو سر براہی کرتا نہ کسی قسم کا تجربہ تھا۔ اسلیے ٹھیکیداری کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ جو دو تین پشت سے بزرگوں کا پیشہ تھا۔ مگر چونکہ ایک حد تک تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے تھے اسلیے ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور محکمہ نہر میں [illegible] ایک معمولی سی ملازمت اختیار کرلی اور تمام عرصہ ملازمت دفتر چیف انجینئر محکمہ النہار میں گزار دیا اور اس سے پنشن یاب ہوئے۔ اکتالیس سال ملازمت کی اور ۱۴ سال پنشن پاتے رہے۔ اور غالباً آپ کو اکیصد یا اس سے کچھ زیادہ ماہوار پنشن ملتی تھی۔

اپنے کام میں نہایت قابل اور محنتی اور متدین مانے جاتے تھے۔ جن حکام بالادست کو آپکے واسطہ پڑتا وہ ہمیشہ آپکے مداح رہتے۔ دراں حالیکہ باقاعدہ انگریزی تعلیم اعلیٰ درجہ کی حاصل نہ کی تھی۔ مگر زباندانی میں اتنی ترقی کی تھی۔ کہ خاص انگلش نژاد ان کے ماتحت کر دیئے جاتے تھے اور ان کو حکم دیا جاتا تھا کہ اپنے مسودات پہلے میاں چراغ دین سے اصلاح کرالیا کریں اور تحریر میں ایسے خوشخط اور زود نویس تھے کہ پنجاب بھر میں اپنے وقت میں مشہور تھے۔ تمام حکام خاص طور پر آپکے دیانتدار ایماندار۔ نیکدل۔ ہشیار محنتی۔ وفادار وغیرہ اخلاق و حالات کے قائل و شاہد تھے۔ سرکاری کاغذات میں ہر یہ تمام تعریفیں آپ کی موجود ہیں۔ عام طور پر یہ خیال کہ امراء کے بچے ابتدا میں بگڑ جایا کرتے ہیں اور جن خاندانوں پر ادبار آتا ہے ان کے پس ماندے اپنی افتادگی کو بھی اوج افتخار خیال کیا کرتے ہیں۔ لوگ ان کی حالت پر روتے اور وہ اپنی حالت پر فاخر ہوتے ہیں مگر میاں چراغ دین کی خوش قسمتی ان کے آڑے آئی اور قدرت کا ہاتھ انکا معین ہوا۔ متمول اور ذی وجاہت خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ناز پروردہ تھے۔ چھوٹی عمر میں بزرگ بھی سر سے اٹھ گئے تھے۔ لیکن برخلاف بگڑنے کے ابتدا عمر ہی میں مرحوم کو دینداری کی طرف توجہ تھی۔ خوش قسمتی سے دوست بھی نیک اور دیندار ملے۔ اور نیک لوگوں کے حالات اور نیکی کے تذکرے سننے کا شوق تھا۔ اور جب سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اسوقت سے انہی لوگوں سے تعلقات رہے۔ جنکو آپ دیندار سمجھتے تھے اور الٰہی بخش اکونٹنٹ اور عبدالحق وغیرہ سے بھی آپکے تعلقات تھے انہی ایام میں حضرت اقدس سے بھی آپکا تعلق مودت پیدا ہوا۔ براہین احمدیہ کے زمانہ تصنیف میں قادیان میں آئے اور حضور کے مہمان رہے۔ اور حضور کے فیوض سے مستفیض ہوئے۔ بشیر اول کا جب عقیقہ ہوا تو مدعوین میں آپ بھی تھے۔ براہین کے مددگاروں اور

خریداروں کے سلسلہ میں ہو نیکی آپکو عزت حاصل ہے۔ الٰہی بخش وغیرہ تو کٹ گئے لیکن مرحوم کا پائے ثبات کبھی نہیں ڈگمگایا۔ بلکہ محبت اور تعلق میں ہمیشہ بڑھتے رہے۔ کیا ہی عجیب فقرہ تھا جو کل ۱۸ مئی کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں مرحوم میاں کے عزیزوں کے سامنے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ کہ "پرانی پارٹی[۵] میں سے تو یہی ثابت قدم رہے تھے" اور پھر فرمایا کہ "اگر ان (میاں چراغ دین) کی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو یہی کہ اخلاص سے آئے۔ اخلاص سے رہے۔ اخلاص سے گئے۔"

جب حضرت اقدس نے دعویٰ مسیحیت فرمایا تو ایک دو سال تک بیعت میں متوقف رہے۔ مگر وہ توقف کسی بدظنی یا بدگمانی کی بنا پر نہ تھا۔ بالآخر ۱۸۹۲ء میں سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے اور جب بیعت کر لی۔ تو پھر کبھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ مرتے دم تک محبت میں ثابت قدم اور اخلاص و عشق و فدویت میں قائم و مستقیم رہے۔ قدرت خداوندی دیکھیے۔ آپ تو ابھی متوقف تھے مگر آپکے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے میاں عبد العزیز صاحب نے ۱۸۹۱ء میں ہی وقت بیعت کر لی۔ جس وقت حضور نے اپنے دعوے کا اشتہار شائع فرمایا۔ میاں عبد العزیز بڑے ہی محبت والے اور پیاری باتیں کرنیوالے بزرگ ہیں۔ لاہور کے بعض دوستوں نے بتایا کہ وہاں کی جماعت کا ایک حصہ ان ہی کے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہوا ہے۔ اور انھوں نے ابتدا میں بہت اینٹ پتھر اور گالی گلوچ برداشت کی ہے۔ مگر یہ کوئی زیادہ عجیب بات نہیں کیونکہ یہ تو عشق کے کوچے میں پہلا قدم ہے۔ ع

"شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی"

میاں چراغ دین کے صاحبزادے، میاں عبد العزیز مسبوق الذکر میاں عبد المجید اور میاں عبد الرشید اور میاں محمد سعید سعدی حضرت مسیح موعود کے سچے خادم اور خلافت احمدیہ کے ساتھ دلی تعلق اور اخلاص رکھنے والے ہیں۔

میاں صاحب مرحوم کے سب سے بڑے لڑکے حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ ہیں۔ جن سے احمدی جماعت خوب واقف ہے۔ کیا تماشہ ہے کہ حکیم صاحب جسطرح مخالفت میں نمایاں ہیں اسی طرح سلسلہ کی واقفیت میں میاں صاحب کا تمام خاندان بالعموم اور بالخصوص بلحاظ سلسلہ کی قلمی خدمت اور مسائل سلسلہ کی واقفیت کے میاں سعدی میاں چراغ دین مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے بہت نمایاں ہیں۔ آپکا تمام کنبہ خدائی سلسلہ میں منسلک ہے۔ آپ کے بھائی آپ کے بھتیجے آپکے لڑکے لڑکیاں۔ پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں سب احمدی ہیں۔ آپکے بھائی میاں تاج الدین صاحب اور سراج الدین صاحب اور میاں معراج الدین صاحب عمر (سب چچا زاد بھائی ہیں) پرانے اور با اخلاص احمدی ہیں۔ میاں محمد شریف صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر آپ کے بھتیجے اور مخلص احمدی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول سے آپکو دلی تعلق تھا۔ آپکے خاندان سے بڑی محبت تھی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے جاں نثاروں اور وفا شعاروں میں تھے۔

حضرت مسیح موعود اور خلفائے مسیح موعود کو آپ سے محبت تھی اور آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور آپ حضرت مسیح موعود کے تین سو تیرہ اصحاب میں شامل ہیں۔ حضرت اقدس آپکے مکان پر ٹھہرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود مرحوم کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ دروازے کے سامنے ایک شیشم کا درخت تھا۔ اس پر ایک مولوی چڑھا بیٹھا رہتا تھا۔ اور مسیح موعود کو گالیاں دیتا رہتا تھا۔ قاضی اکمل صاحب بتلاتے تھے کہ اس مولوی کو ٹاہلی مولوی کہنے لگ گئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے آپکو معتمدین صدر انجمن احمدیہ کا ممبر نامزد فرمایا تھا۔ مرحوم کا مکان لاہور میں احمدی جماعت کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ احباب جاتے اور گھر کی طرح وہاں فروکش ہوتے۔ آپ ہی کے مکان پر نماز جمعہ و جماعت ہوتی ہے۔ مرحوم کریم الاخلاق تھے اور دوست و دشمن سے محبت سے ملتے تھے۔ خاندان کے سب چھوٹے بڑے آپ کی بہت عزت کرتے آپکا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ آپکے بھائیوں کو آپ سے بدرجہ غائت محبت تھی۔ آپکے چھوٹے بھائی میاں سراج الدین صاحب جو میاں محمد شریف صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے والد ہیں ۱۷ مئی کی شام کو جب مرحوم میاں چراغ دین کی لاش مدرسہ احمدیہ کے صحن میں پڑی تھی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہہ رہے تھے کہ چند دن کی بات ہے کہ میرے چھوٹے لڑکے نے کہا کہ بابا تو اب بہت کمزور ہو گیا۔ اب شاید تھوڑا عرصہ ہی یہاں رہے۔ میں نے اسکو کہا کہ تم دونوں بیٹوں کو میں اس بھائی پر قربان کر دوں کیونکہ تم سے میرا ساتھ بتیس ۳۲ سال سے ہے۔ لیکن اس سے ساٹھ سال سے تعلق ہے لاکھوں روپیہ کی جائداد کے معاملے ہوئے مگر کبھی رنجش نہیں ہوئی اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ بھائی بھائیوں میں کیسا سلوک تھا۔ اور ایک دوسرے سے کتنی محبت رکھتے تھے۔

جب ۱۸ مئی کو بعد ظہر مرحوم کے اعزا و اقارب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح سے رخصت ہونے لگے تو حضور نے ان کو باہمی محبت و یکجہتی اور نیکی میں بڑھنے کی نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "میں نے ان (میاں چراغ الدین) کو کبھی غصہ میں نہ دیکھا اور جب کسی پر غصہ بھی ہوتے تو اسطرح جسطرح ماں اپنے بچہ پر خفا ہوتی ہے۔ مگر خفگی سے بھی محبت ٹپک رہی ہوتی ہے" آپ نے فرمایا کہ "جسطرح مرحوم نیکی اور اخلاص میں بڑھے ہوئے تھے۔ آپ لوگوں کو ان سے بھی بڑھنا چاہیئے اور دنیاوی معاملات میں خاندان میں ایک بزرگ ایسا ہونا چاہیئے جنکی سب مانیں۔ تاکہ آپس میں اتفاق رہے۔ کیوں کہ

---

[۵] پرانی پارٹی سے مراد الٰہی بخش عبد الحق وغیرہ لاہوریان ہیں۔ جو ابتدا میں حضرت اقدس سے عقیدت رکھتے تھے۔ مگر بعد میں اپنی شامت سے ہلاک اور تباہ ہوئے ؛ مدیر

جس خاندان میں اتفاق نہ رہے وہ کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ غرض مرحوم بڑے ہی با اخلاق اور محبت والے بزرگ تھے۔ بچوں سے بچوں کی طرح محبت کرتے اور بڑوں سے خلوص سے ملتے۔ مرحوم ایک خوبصورت بشرے اور گوری رنگت کے آدمی تھے۔ آپ کا چہرہ متبسم اور آنکھیں محبت سے پُر تھیں۔ آپ خدا کے فضل سے کثیر العیال تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپکے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جن میں سے دو لڑکیاں فوت ہو گئی تھیں۔ ان کے سوا آپکے لڑکے لڑکیوں پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں اور ان کی اولاد کی مجموعی تعداد ماشاء اللہ اسوقت پچاس ہے۔ بجز حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ کے آپکا تمام خاندان مبایعین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو بڑھائے اور دنیا و دین میں عزت دے۔

مرحوم کی وفات سے ایک ہفتہ قبل آپ کی اہلیہ محترمہ فوت ہو گئی تھیں۔ ان کی وفات کا آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ اسکے بعد علیل ہو گئے۔ علالت میں ہی آپ کو حضرت مفتی صاحب کے امریکہ داخل ہونیکی خبر ملی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور بار بار الحمد للہ الحمد للہ کہنے لگے۔ ۱۶-۱۷ مئی ۱۹۲۰ء کی درمیانی شب کو اپنے مکان مبارک منزل لاہور میں تحلیل گردہ کے مرض میں انتقال ہوا۔ اور ۱۸ کی صبح کو بذریعہ موٹر آپکا جنازہ لاہور سے دارالامان لایا گیا۔ اگرچہ بہشتی مقبرہ میں قبر تیار رکھی تھی۔ مگر اعزاء مرحوم نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے درخواست کی کہ مرحوم کے لیے حضرت مسیح موعود کے قریب بجانب مغرب جو زمین ہے اس میں جگہ دیجائے۔ آپنے منظور فرمایا مگر وہاں قبر کھدی ہوئی نہیں تھی۔

دوسرے دن صبح کیوقت قبر تیار ہو گئی۔ حضرت امام نے مدرسہ احمدیہ میں بڑی دیر تک اثنائے جنازہ مرحوم کے لیے دعا فرمائی اور حضرت منشی روڑے خان مرحوم کی قبر کے ساتھ ہی بجانب مغرب آپ کو دفن کر دیا گیا۔ سبحان اللہ منھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ فی الجنۃ ۔

کلمات طیبات امام آخر الزمان علیہ السلام

(۱۴ ستمبر ۱۹۰۱ء بعد مغرب)

ام المومنین کا لفظ مسیح موعود علیہ السلام کی بیوی کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے۔ اسپر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **فرمایا**

اعتراض کرنیوالے بہت ہی کم غور کرتے اور اس قسم کے اعتراض صاف بتاتے ہیں کہ وہ محض کینہ اور حسد کی بنا پر کیے جاتے ہیں ورنہ **نبیوں** یا ان کے **اظلال** کی بیویاں اگر **امہات المومنین** نہیں ہوتی ہیں تو کیا ہوتی ہیں؟ خدا تعالیٰ کی سنت اور قانون قدرت کے تعامل سے بھی پتہ لگتا ہے کہ کبھی کسی نبی کی بیوی سے کسی نے شادی نہیں کی۔ ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے جو اعتراض کرتے ہیں کہ ام المومنین کیوں کہتے ہو؟ پوچھنا چاہیے کہ تم بتاؤ جو مسیح موعود تمہارے ذہن میں ہے اور جسے تم سمجھتے ہو کہ وہ آکر نکاح بھی کرے گا تو کیا اسکی بیوی کو ام المومنین کہو گے یا نہیں؟ مسلم میں تو مسیح موعود کو نبی کہا گیا ہے۔ اور قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ میری مخالفت میں اور بغض میں ایسا تجاوز کرتے ہیں کہ منہ سے بات کرتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوگا؟

جن لوگوں نے **مسیح موعود** کو شناخت کر لیا ہے۔ اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے موافق اس کی شان کو مان لیا ہے ان کا ایمان تو خود بخود انہیں اس بات کے ماننے پہ مجبور کرے گا۔ اور جو آج اعتراض کرتے ہیں وہ اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتے تب بھی اعتراض کرنے سے باز نہیں آتے۔

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ خدا کا مامور جو ہدایت کرتا ہے اور روحانی اصلاح کا موجب ہوتا ہے وہ در حقیقت باپ سے بڑھکر ہوتا ہے۔ افلاطون حکیم لکھتا ہے کہ باپ تو روح کو آسمان سے زمین پر لاتا ہے۔ مگر استاد زمین پر سے پھر آسمان پر پہنچا تا ہے۔ باپ کا تعلق تو صرف فانی جسم کے ہی ساتھ ہوتا ہے۔ مرشد اور مرشد بھی وہ جو خدا کی طرف سے ہدایت کے لیے مامور ہوا ہو اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے۔ جسکو فنا نہیں ہے۔ پھر جب وہ روح کی ترتیب کرتا ہے۔ اور اس کی روحانی تولید کا باعث ہوتا ہے۔ تو وہ اگر باپ نہ کہلائیگا تو کیا کہلائیگا۔

اصل یہی ہے کہ یہ لوگ رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتوں پر بھی کچھ توجہ نہیں کرتے ورنہ اگر ان کو سوچتے اور قرآن کو پڑھتے تو یہ منکرین میں نہ رہتے۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۹ - ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

کلام الامام امام الکلام

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کے لیے
شعلے پہنچیں جس سے ہر دم آسماں تک بیشمار
اے خدا تیرے لیے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھکو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بیقرار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار

مالابار میں احمدیت کی تاریخ

گذشتہ سے پیوستہ

۱۹۱۶ء

میں ۱۵ اگست کو احمدیہ ریڈنگ روم بھی جاری کر دیا گیا۔ اور جمعہ کی نماز پڑھی گئی احمدیہ ریڈنگ روم کے لیے احمدی احباب نے اپنی کتب وہاں لاکر رکھدیں۔ سب سے زیادہ کتابیں کے۔ ایم۔ ابراہیم صاحب نے دیں۔

۲۶ اگست کو اور ایک اجلاس زیر صدارت مولوی محی الدین صاحب ہوا۔ اور اس میں برٹش گورنمنٹ کی فتح کے لیے دعائیں مانگی گئیں۔ ۱۲ ستمبر کو کلیاٹ کا سردار مسٹر چالو کٹی احمدیہ ریڈنگ روم میں تشریف لائے احمدیوں سے ملکر مسرت کا اظہار کیا۔ یہ پہلا ہندو رئیس ہے۔ جو احمدیوں کے مکان پر گیا۔ کے عبد القادر صاحب نے ان کی آمد پر ایک ایڈریس مالاباری میں پڑھا۔ اس سال میں بھی بعض احباب کو انکے بیوی بچوں سے جدا کیا گیا۔ جنکے نام یہ ہیں۔ کچالی عبد القادر صاحب ببری محمد صاحب (یہ وہی شخص تھا جس کو مسجد میں مارا تھا۔ اور ۲۰ دن ہسپتال میں رہا۔

۱۹۱۷ء

اب کچھ کچھ امن ہوتا جاتا تھا ۱۹۱۷ء کے ابتداء میں یعنی ۴ جنوری ۱۷ء بروز جمعرات ۵ بجے ایک احمدی سے غیر احمدی کینانور چھاؤنی میں لڑ پڑا۔ احمدی نوجوان جو کہ ان کے ظلموں سے تنگ آچکے تھے۔ غصے میں آگئے۔ اور چند مُکّے اسکے رسید کیے۔ ۵ جنوری یعنی دوسرے دن اس نے این حامد اور عبد الرحمن کٹی۔ کنجی کویا صاحب پر مقدمہ دائر کردیا۔ مقدمہ تلیچری میں دائر کیا گیا تھا۔

جب یہ تینوں نوجوان مقدمہ پر جاتے تو غیر احمدی جو کہ انکی قید کے منتظر تھے سینکڑوں کی تعداد میں ہاں پہنچ جاتے۔ ان نوجوانوں کو ایک مصیبت ہوجاتی جدھر جاتے دشمن ارد گرد کھڑے ہیں۔ بعض بیچارے تو اپنے پیشاب گاہوں کو پکڑکر احمدی نوجوانوں سے کہتے کہ لو سوڈا واٹر پی لو۔ ۔ لا اس قسم کی ذلیل حرکات مسلمانوں سے سرزد ہوں۔ اور وہ پھر بھی یہی کہتے رہیں کہ ہمکو کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔

ہر ایک کان اور آنکھ فیصلے کی طرف لگے ہوئے تھے کہ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مقدمہ ۲ مارچ ۱۹۱۷ء کو خارج ہوگیا۔ احمدی نوجوان بری ہوگئے۔ یہ مخالفوں کے پاس آخری ہتھیار تھا۔ جسکو انھوں نے چلا لیا۔ اور اس میں بھی ناکام ہوگئے۔

۱۹ جنوری کو جمعہ کے دن عصر کے بعد ابو صاحب کا بچہ فوت ہوگیا۔ غیر احمدیوں کو علم ہوگیا۔ جنازے کے راستے میں فساد کیلیے جمع ہوگئے۔ راستہ روک لیا۔ آخر پولیس انسپکٹر صاحب دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ اور رات کو قریباً ڈیڑھ بجے بچہ پولیس نے دفن کروادیا۔

۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء کو ایک مخلص نوجوان کئی بچوں کا باپ پنکاٹ سید کنجی کویا صاحب بیوی بچوں سے جدا کرکے گھر سے نکالدیے گئے۔ نوجوان خاص خوبیوں کا آدمی ہے جسکا ذکر مئی ۱۹۱۹ء میں کروں گا۔

ایک دن مخلص میرے ساتھ اسی کویا کٹی کے مکان کو آرہا تھا۔ کہ راستے میں اسکے بچے اسکو ملے ایک لڑکا اور ایک لڑکی باوجود دیکھنے اور اشارہ کرنے کے پاس نہ آئے۔ ایک بچہ جو پانچ سال کا ہوگا باپ کے بار بار بلانے سے پاس آگیا۔ آہ! محبت پدری نے جوش مارا میں اسوقت کا نظارہ نہیں کھینچ سکتا۔ جبکہ باپ کی آنکھیں بچے کو دیکھکر آنسوؤں سے بھر آئیں اور بھری ہوئی آنکھوں سے چہرے کو خندہ کیے ہوئے مسکراتی زبان سے مالاباری میں پیار کیا۔ اور چند پیسے دیئے اور کہا کہ جاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرا بدن اس دردناک نظارے کی تاب نہیں لاسکا۔ میں کانپ اٹھا۔ میں نے بھی بچے کو پیار کیا اور چند پیسے دیدیئے۔ بچہ خوشی خوشی چلا گیا۔ بچوں والے اس بات کو اپنے تصور میں بخوبی لاسکتے ہیں اور معلوم کرسکتے ہیں کہ کیسا دردناک نظارہ تھا۔

چونکہ احمدیوں کو جو مقبرہ دیا گیا تھا وہ چھاؤنی میں تھا۔ اسلیے فوجی ضروریات کے مطابق گورنمنٹ نے چاہا وہاں سے مردے دفن کرنے بند کر دیئے ویسے وہ زمین احمدیوں کے پاس ہی رہے۔ چنانچہ ۲ مئی ۱۷ء کو ٹی۔ ایچ ہل صاحب نے ایک نئی زمین کا احمدیوں کے قبرستان کے لیے معائنہ

۲۰ مئی ۱۹۱۷ء کو بچارے ایڈکلیٹ عبد الرحمان کٹی پر اور مصیبت ٹوٹ پڑی اسکو بھی گھر سے نکال دیا گیا۔ اور بال بچے چھین لیے گئے۔

۲۱ مئی ۱۹۱۷ء کو نئے قبرستان کے لیے میونسپل آفس میں اجلاس ہوا۔ ممبر احمدیوں کے خلاف رائے زنی کرتے رہے۔ مگر مسٹر ہل اسسٹنٹ کلکٹر نے احمدیوں کی طرفداری کی اور ایک زمین کا فیصلہ کیا۔ اس کی اطلاع جب مسٹر ہوئس کلکٹر کو ملی تو وہ فوراً موقعہ دیکھنے آگئے چنانچہ ۱۲ جون ۱۹۱۷ء کو انھوں نے اس زمین کا معائنہ کیا۔ ادھر نئی زمین کے فیصلے ہو رہے تھے اور ادھر ملٹری کے حکم سے مردہ کا دفن وہاں سے بند کر دیا گیا تھا۔ کہ ۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء کی رات کو پد کلکٹ احمد کٹی کا بچہ فوت ہوگیا۔

اب بچہ دفن نہیں ہوسکتا۔ پھر مصیبت پڑی کلکٹر صاحب کو اطلاع دیگئی انھوں نے راجہ صاحب کو حکم دیا کہ جبتک نیا قبرستان احمدیوں کو ملے انکی میت دفن کرو راجہ صاحب کی طرف سے دو دن تک اجازت نہ ملی کیونکہ راجہ صاحب کی جو عزت افزائی احمدیوں کی وجہ سے ہوچکی تھی وہ اسکو معلوم تھی اور خوب معلوم تھی۔ دو دن کے بعد اجازت دی کہ میدانی مسجد میں دفن کردو (یاد رہے اس ملک میں مسجد اور مقبرہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے) دو دن تک بچہ پڑا رہا۔ اور بیچارے احمدی جاگتے رہے دسمبر ۱۹۱۷ء میں مسٹر ایم احمد کائی کٹ تمام مالابار کا نمائندہ ہوکر قادیان میں بھیجا گیا۔

۱۹۱۸ء

۱۲ فروری ۱۹۱۸ء بروز جمعرات احمدیوں کو دوسری زمین گورنمنٹ کی مہربانی سے ملی جو بہت مناسب موقع پر تھی۔ احمدیوں نے اس میں درخت لگائے کنواں کھدوایا۔ اور اسکا نام حیات مقبرہ رکھا۔

ہماری جماعت کیلئے دستور العمل اسوۂ حسنہ

ماہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ و خیرات میں خاص طور پر کثرت سے کام لیتے تھے حتیٰ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اسوقت آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

قرآن کریم لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کہکر ہمکو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ رمضان شریف میں ہمکو خصوصیت سے صدقہ و خیرات کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

رمضان کے دنوں میں انسان خود بھوکا رہ کر بھوک کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے روزہ سکھاتا ہے کہ اے خدا کے بندو! تم یاد کرو اُسوقت کو جبکہ تم طرح طرح کے کھانے کھا کر اپنے پیٹ کو بھرتے تھے۔ اور تمہارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ دنیا میں بھوک بھی کوئی چیز ہے۔ اور کوئی شخص بھوکا بھی ہوگا۔ اب دیکھو تم بھوکے ہو۔ مگر تمام کاروبار چھوڑ کر چپ چاپ آرام سے پڑے ہو۔ اور کیسی تکلیف محسوس کرتے ہو۔ پس اس تکلیف سے اپنے ابنائے جنس کی تکلیف کو محسوس کرو اور ان کی مدد کرو۔ روزہ صرف بھوکا رہنے کا نام نہیں بلکہ روزہ میں ہمارے لیے بہت سے احکام ہیں اور بہت سے اسباق ہیں۔ بہت سی ہدایات ہیں۔

منجملہ ان ہدایات کے ایک یہ ہدایت ہے کہ روزہ ہمکو غرباء کی مدد کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم نے اپنی کثرت سے سخاوت کرکے یہ بتا دیا کہ کسطرح سے ایک انسان کو دوسرے کی مدد کرنا چاہیئے۔ پھر دنیاوی صدقہ کی ایک ہی قسم نہیں بلکہ مختلف قسم کے انسان دنیا میں ہیں۔ بہت سے ہیں جو روحانی غذا کے بھوکے ہیں اور قریب المرگ ہیں۔ پس اے وہ لوگو جن کو خدا نے یہ روحانیت کی پاک غذا دی ہے۔ اُٹھو روزہ تمکو سبق دیتا ہے۔ کہ اپنی اس غذا سے بھی کچھ حصہ لوگوں کو دو۔ اور ان کو مرنے سے بچاؤ۔ پس اپنی جماعت کے احباب کی توجہ کو اسطرف پھیرنا چاہتا ہوں کہ ان دنوں میں دونوں قسم کے صدقات کی طرف توجہ کرو اور کثرت سے کرو۔ مالی طور پر غرباء کی مدد کرو۔ اور روحانی طور پر اس چشمہ پر اُن کو لاؤ۔ جس سے تم آکر سیراب ہوئے ہو۔ اور یاد رکھو الصدقۃ تطفی غضب الرب۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے یہ صدقہ بچا دیتا ہے۔ پس مبارک وہ جوان ایام میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم آگے کو ایسا کرینگے۔ زندگی فنا کا نام ہے یہ ایک موہوم زندگی ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ کب ختم ہو جائیگی

ع شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را۔

دار الامان کی خبریں

(۱)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ اب آپ نے درس قرآن کریم کا بجائے دو یوم کے تین یوم ہونیکا اعلان فرمایا ہے۔

(۲)

قادیان کے اکثر اوقات آجکل تلاوت قرآن کریم میں صرف ہوتے ہیں۔ ظہر سے عصر تک حافظ روشن علی صاحب ایک سپارہ قرآن کریم کا پڑھاتے ہیں۔ عصر کے بعد ہفتے میں تین دن حضرت صاحب مغرب تک درس قرآن کریم دیتے ہیں۔ عشاء کے بعد بڑی مسجد میں تراویح۔ اور سحری کیوقت چھوٹی مسجد میں تراویح ہوتی ہیں۔

(۳)

قادیان میں تار لگنے کی کوشش اب کامیاب ہونیکو ہے ۲۳ مئی کو تار کا اسٹیمیٹ لگانے لئے سرکاری آدمی آیا۔ خدا کرے تار جلد لگ جائے۔

(۴)

دونوں مدرسوں کے طلباء باقاعدہ درسوں میں شریک ہوتے ہیں۔

(۵)

ڈاکٹر نور بخش صاحب وٹرنری جو کہ ایڈیٹر الحکم کے مکان کے پاس ہی رہتے ہیں گھوڑے سے گر پڑے ہیں۔ پسلی ٹوٹ گئی ہے۔ احباب اُن کی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں

(۶)

حال ہی میں دفتر بیت المال سے ایک تحریک چندہ کی شائع کی ہے۔ اسمیں پورے طور سے حصہ لیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

اطلاع

الحکم گذشتہ ایک دو ماہ سے تاریخ پر نہیں شائع ہو سکا بلکہ تاریخ سے پیچھے شائع ہوتا رہا ہے۔ تمام خریدار مطلع رہیں کہ ماہ جون سے یہ شکایت انشاء اللہ تعالیٰ جاتی رہیگی۔ اور اخبار اپنی تاریخ پر احباب کے ہاتھوں میں پہنچ جایا کریگا۔

شیخ محمود احمد

عبد الدین ننگلی پرنٹر[illegible] پریس اخبار ہذا